کسریٰ پر عربوں کی پہلی فتح

تحریر: جناب مولانا عبدالمالک مجاہد (الریاض)

عصر حاضر میں نوجوان نسل کو سلف صالحین کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے متعارف کروانا بے حد ضروری ہے تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ دین اسلام ہی ایک فطری دین، قابل عمل دستور حیات اور ایک مکمل اصلاحی پروگرام ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور گوشہ میں مکمل روشنی ڈالی ہے۔ اسی دین اسلام پر عمل پیرا ہو کر ہمارے اسلام نے اس دور کی بڑی بڑی طاقتوں کو جو خدا بنی ہوئی تھیں دندان شکن جواب دیا اور اسلام اور مسلمانوں کو اعلیٰ عزت و مقام عطا فرمایا۔ اگر ہماری نئی نسل پھر سے وہی عزت و مقام، شہرت اور بلندی حاصل کرنا چاہتی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھی تو پھر ہمیں اپنے قول و فعل کے تضاد کو ختم کر کے اپنے اخلاق و کردار میں نمایاں تبدیلی لانا ہوگی۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارہ

قارئین کرام! زیر نظر مضمون انہیں سنہرے ادوار کی خوبصورت اور سچی داستان ہے۔ گزشتہ دنوں ایک سعودی دوست محمد الفریح، نے اپنی کتاب ''النہر الجاری'' مجھے تحفتاً دی۔ اس میں یہ واقعہ لکھا ہوا تھا کہ ''ایک مرتبہ قیصر کے ایک حاکم امیر المؤمنین نے اپنے حاشیہ کے کچھ افراد سے پوچھا کہ بتاؤ یہ لباس جو میں نے پہن رکھا ہے مجھے کیسا لگ رہا ہے؟ اس کے اردگرد اس کے مطیع و فرمانبردار لوگوں نے جواب دیا کہ حضور نہایت عمدہ ہے اور کیا ہی اچھا لگ رہا ہے۔'' جبکہ اس کے جسم پر ایک کپڑا بھی نہیں تھا، بلکہ وہ ننگا تھا۔ مگر اس کے حاشیہ برداروں میں اتنی جرأت کہاں کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکیں کہ وہ کچھ پہنے ہوئے ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ ایک مدت تک ننگا ہی پھرتا رہا۔

ایران کا شہنشاہ ''کسریٰ بن ہرمز'' عربوں کا بے تاج بادشاہ بنا ہوا تھا۔ اس نے عرب کے مختلف علاقوں میں اپنے گورنر مقرر کر رکھے تھے جو کسریٰ کے پولیٹکل ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔ وہ اپنے علاقوں میں امن و

امان قائم رکھتے اور کسریٰ کا سکہ چلاتے تھے۔ حیرہ شہر کا حاکم، جو آج کل عراق میں واقع ہے، نعمان بن منذر تھا۔ اس کا تعلق لخم قبیلہ سے تھا جو مشہور قحطانی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ نعمان بڑا بدصورت اور پست قد آدمی تھا۔ اس کا پیٹ بڑھا ہوا تھا مگر نہایت ذہین وفطین، دانا اور قوی شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے عربوں کو کسریٰ کی اطاعت پر مجبور کر رکھا تھا اگرچہ متذکرہ صورت حال عربوں کے نزدیک نہایت مکروہ تھی مگر نعمان کی بہادری، جواں مردی اور کسریٰ کا معتمد ہونے کی وجہ سے عرب اس سے خوف زدہ بھی رہتے اور اس کے شر سے بچنے کیلئے بظاہر اس کی عزت بھی کرتے تھے۔ اقتدار کے نشے میں چور نعمان بن منذر عجیب وغریب عادات وصفات کا حامل تھا۔

ایک دن جسے وہ سعادت اور خوش بختی کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ اس دن جو شخص اسے سب سے پہلے ملتا، وہ اسے مال ودولت سے نوازتا اور دوسرا دن نحوست کا تھا، اس دن جو شخص سب سے پہلے اسے نظر آتا یا ملاقات کرتا تو اسے قتل کر دیتا۔ گویا وہ اپنے آپ کو لوگوں کی زندگی اور موت کا مالک سمجھتا تھا۔ اس رزیل خصلت شخص کو اسلام نے ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا اور اس حقیقت کا ببانگ دہل اعلان کر دیا کہ اقتدار کا اصل مالک صرف اللہ رب العزت ہے اور حاکمیت سدا صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ کسریٰ کی طاقت سے ٹکر لینے کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ اسے بھی کوئی شکست دے سکتا ہے۔ بے شک یہ زمانہ جاہلیت کی سپر پاور تھی۔ لیکن کسریٰ کی فوجوں کو قبائل بکر کے سالار ہانی بن مسعود شیبانی کے ہاتھوں شکست اٹھانا پڑی۔ پہلی مرتبہ ایرانیوں پر عربوں کی فتح بلاشبہ تمام عرب کیلئے فخر کی بات تھی۔ یہ تاریخی معرکہ نہایت دلچسپ ہونے کے ساتھ صاحب بصیرت کیلئے سبق آموز بھی ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسریٰ بن ہرمز اپنے تخت پر بیٹھا گفتگو میں مصروف تھا۔ ارد گرد اس کے وزراء اور دیگر حاشیہ نشین بھی موجود تھے۔ ان لوگوں میں ایک عربی شخص بھی تھا جس کا نام زید بن عدی تھا۔ اس مجلس میں گفتگو کا رخ عرب عورتوں کے حسن و جمال کی طرف مڑ گیا۔ درباریوں نے عرب کی عورتوں کے حسن و جمال کی خوب تعریف کی۔ کسریٰ نے اس پر بڑی شادمانی اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر زید کہنے لگا: شہنشاہ کی سلامتی ہو! آپ کو عرب عورتیں اس قدر پسند ہیں تو آپ اپنے خادم نعمان بن منذر کو پیغام بھیجیں۔ اس کے پاس بیس سے زیادہ بیٹیاں، بھتیجیاں اور بھانجیاں ہیں۔ یہ عرب کی حسین ترین دوشیزائیں ہیں۔ اگر آپ یا آپ کی اولاد ان سے شادی کر لے تو یہ نعمان کیلئے بڑی شرف کی بات ہوگی۔ کسریٰ اپنی تعریف سن کر بڑا خوش ہوا۔ اس نے زید

بن عدی کو ہی اپنا معتمد سمجھا۔ اس نے زید سے کہا: میری رائے میں اس مہم کیلئے تم سے بہتر کوئی شخص نہیں ہوگا۔ تم میرا پیغام لے کر فوراً نعمان کے پاس جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ توشۂ سفر اور ایک فوجی دستہ بھی بھیجتا ہوں جو واپسی میں خوبصورت دوشیزاؤں کی حفاظت بھی کرے گا۔ زید بن عدی نعمان سے نفرت کرتا تھا مگر اُسے شہنشاہ کا حکم ماننے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح کسریٰ کی نظروں میں نعمان کی اہمیت کم ہو جائے۔

چند ہی دنوں میں شاہی قافلہ حیرہ پہنچ گیا۔ کسریٰ کا پیغام نعمان کو پہنچا دیا گیا کہ اپنی بیٹیاں، بھتیجیاں اور بھانجیاں دلہن بنا کر اس دستے کے ساتھ روانہ کر دے۔ نعمان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کسریٰ اس سے اس کی بیٹیاں مانگے گا۔ اسے غصہ تو بہت آیا مگر وہ کافی عقلمند تھا۔ اس نے زید سے کہا: کسریٰ کو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ نے جن صفات سے متصف دوشیزائیں مانگی ہیں وہ ہمارے ہاں نہیں ہیں۔ معذرت کے ساتھ عرض کرنا کہ ان صفات کی عورتیں تلاش کرنے کی پوری کوشش کی مگر کسی کو بھی اس عظیم شرف کا مستحق نہیں پایا۔

زید بن عدی کسریٰ کے پاس ناکام واپس آیا۔ وہ پہلے سے ہی نعمان کا حاسد تھا۔ اسے اپنے بغض باطن کو بروئے کار لانے کا موقع مل گیا۔ نعمان نے زید کے ذریعہ کہلوایا تھا کہ کسریٰ سے کہنا کہ عراق کی خوبصورت حوریں ہی تمہارے لئے کافی ہیں، مگر زید نے ان الفاظ کا ترجمہ ''بقر العراق'' یعنی عراق کی گائیں سے کیا۔ کسریٰ یہ جواب سن کر بڑا غصے ہوا۔ لیکن طیش کو ظاہر کئے بغیر نعمان کو پیغام بھیجا کہ وہ فوری طور پر اس سے ملاقات کیلئے پہنچے۔ جب نعمان کو کسریٰ کا پیغام ملا تو اس کو یقین ہو گیا کہ وہ اسے قتل کرا دے گا۔ اس نے اپنا سامان حرب، سونے چاندی کے زیورات اور گھر کی خواتین کو ساتھ لیا اور بنی شیبان کے سردار ہانی بن مسعود کے پاس جا کر اپنی عزت کی دہائی دی اور اس سے پناہ طلب کر لی۔ ہانی نے اس کے اہل و عیال کو پناہ دی۔ پھر نعمان کسریٰ سے ملنے چلا گیا۔ حسب توقع اس سے نہایت برا سلوک کیا گیا اور کسریٰ سے ملنے نہ دیا گیا بلکہ ذلیل و رسوا کر کے دور دراز علاقہ جہاں طاعون پھیلا ہوا تھا وہاں بھجوا دیا گیا۔ نعمان وہیں انتہائی بے بسی کی حالت میں مر گیا۔ کسریٰ نے حیرہ پر ایاس بن قبیصہ طائی کو اپنا گورنر مقرر کر کے پہلا فرمان یہ جاری کیا کہ وہ فوراً ہانی بن مسعود کو پیغام بھیجے کہ وہ نعمان کی عورتیں، اسلحہ اور مال و دولت فوری طور پر میرے حوالہ کر دے۔ ہانی کو کسریٰ کا یہ پیغام ملا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ کسریٰ کیلئے یہ جواب کسی چیلنج سے کم نہ تھا لیکن اس نے حکمت سے کام لیا اور ہانی کو پیغام بھیجا کہ تمہیں تین اختیارات میں سے کوئی ایک قبول کرنا ہے: پہلا یہ کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے میرے حوالے کر دو۔ دوسرا یہ کہ میری سلطنت سے نکل جاؤ اور تیسرا

یہ کہ لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ۔ ہانی نے غور فکر کے بعد لڑائی کا چیلنج قبول کر لیا، پھر اس نے مختلف قبائل مثلاً بنی شیبان، بنو عجل، بنو نمر اور بنو ذہل وغیرہ کو اکٹھا کیا اور لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ عرب میں زبردست جوش و خروش تھا، شعراء نے اپنی شعلہ بار شاعری سے فضا کو گرم کر دیا۔ کیونکہ عرب کیلئے کسریٰ کے خلاف لڑائی کا پہلا موقع تھا۔ کسریٰ نے ہانی کے قتل کی ذمہ داری عرب کے معروف بہادر قبیلہ ایاد کو سونپ دی۔

قارئین کرام! عرب کی ایرانیوں سے یہ پہلی لڑائی تھی اس لئے پورا جوش و خروش تھا لیکن کسریٰ نے بھی جنگی تیاریوں میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اور کسریٰ کا لشکر جرار ہانی کی طرف روانہ ہو گیا۔ قبیلہ ایاد کے سردار نے ہانی کو پیغام بھیجا کہ: ہم تمہارے مقابلہ میں اپنی مرضی کے خلاف آئے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم تمہارے جھنڈے تلے لڑنے کو تیار ہیں۔ لیکن ہانی نے دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے جنگی چال چلی اور پیغام بھیجا کہ کسریٰ کی فوج چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے لئے اچھا موقع ہے کہ تم انہی کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف لڑتے رہنا اور ہمیں دھکیلتے ہوئے صحرا میں داخل ہو جانا۔ جب کسریٰ کی فوج صحرا میں داخل ہو جائے تو ہم باہم مل کر ان کو نیست و نابود کر دیں گے۔ کسریٰ کی فوج صحرا میں داخل ہو گئی۔ لیکن پیاس سے مرنے لگی کیونکہ ان کے پاس پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ کسریٰ کے سپہ سالار نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ معرکہ جب عروج پر پہنچا تو حسب اتفاق ایاد اپنی فوج کے ساتھ الگ ہو گیا اور ہانی سے مل کر کسریٰ کی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دشمن کے بے شمار فوجی قتل ہوئے، بلکہ بہت سارے زخمی حالت میں پیاسے سسکتے ہوئے دم توڑ گئے۔ کسریٰ نے ایک سپیشل فوجی دستہ ہانی کو زندہ گرفتار کرنے کیلئے روانہ کیا۔ لیکن یہ فوجی دستہ بھی بری طرح قتل کر دیا گیا۔ چند ہی زندہ بچے مگر وہ بھی بھاگ نکلے۔

جب یہ بھگوڑے کسریٰ کے پاس پہنچے تو کسریٰ نے پوچھا ارے! ایاد کہاں ہے؟ کسریٰ نے کبھی شکست کا منہ دیکھا ہی نہیں تھا۔ جب کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو مارے غصے کے دہاڑتے ہوئے کہا: تم لوگ جواب نہیں دیتے؟ ایک فوجی نے ہمت کی اور حالات سے آگاہ کیا تو کسریٰ اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ الغرض یہ کہ کسریٰ کی پے در پے شکستوں کی وجہ سے اس کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ عربوں نے پہلی بار آپسی اتفاق اور یکجہتی کا ثبوت پیش کیا۔ تمیم، قیس اور عیلان کے قبائل نے اپنے اپنے گلے سے غلامی کا طوق اتار کر خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ انہی قبائل میں سے اسلام کا وہ نامور مجاہد اور کمانڈر پیدا ہوا جسے مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہی وہ نوجوان ہے جسے ہانی بن مسعود کے بعد مقامی لیڈر منتخب کیا گیا۔ عربوں نے عجم پر

''ذی قار'' کے میدان میں جو فتح حاصل کی اس نے آگے چل کر معرکہ قادسیہ میں مسلمانوں کی فتح کا دروازہ کھول دیا۔ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا اللہ رب العزت نے ان کا گھمنڈ توڑ دیا۔

قارئین کرام! سیدنا عمر فاروقؓ کے سنہرے دور میں اسی نوجوان کمانڈر مثنی بن حارثہؓ نے عراق کی سرزمین پر مسلمان مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''زمانہ جاہلیت میں عربوں کی یہ حالت تھی کہ عجمیوں کے ایک سو افراد عرب کے ہزار افراد پر بھاری ہوتے تھے اور آج اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ عزت و وقار بخشا ہے کہ عرب مسلمانوں کے ایک سو افراد عجمیوں کے ایک ہزار پر بھاری ثابت ہوئے ہیں۔''

یہاں پر عرض کرتا چلوں کہ ایران کے بادشاہ دعویٰ کرتے تھے (نعوذ باللہ) ان کی رگوں میں خدائی خون ہے۔ اسی لئے ایرانی باشندے انہیں اسی نظر سے دیکھتے ہوئے سربسجود ہوتے اور انہیں ہر قانون سے فوق البشر تصور کرتے تھے۔ شاہان ایران اپنے آپ کو منزل من اللہ اور اپنی ذات کو جملہ اختیارات کا مالک سمجھتے تھے۔ ان کے اختیارات اس قدر بے لگام تھے کہ بادشاہ کی ماں اور بڑی ملکہ جس شخص کو چاہیں جرم ثابت کئے بغیر تختہ دار پر لٹکا دیتیں۔ ان کے ظالمانہ فعل پر کسی کو صدائے احتجاج بلند کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔

قارئین کرام! اسلام نے ان تمام جھوٹے خداؤں کی خدائی کو خاک میں ملا دیا اور ان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ انہی سنہرے ایام میں جب ہر طرف مسلمان قیصر و کسریٰ کو فتح کر رہے تھے تو ایران کے ایک حاکم نے مسلمان ایلچی سے پوچھا کہ: ''تم لوگ ہماری سرزمین پر کیا لینے آئے ہو؟ تو اس نے برجستہ جواب دیا کہ ''ہم لوگ بندوں کو غلامی سے نکال کر مالک حقیقی کی غلامی میں دینے کیلئے آئے ہیں۔''

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ ہجرت کے پندرھویں سال خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطابؓ نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت عمرو بن عاص، شرحبیل بن حسنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم کو مقدس سرزمین فلسطین کے پادری حکمران جعفرو بنوس کی طرف روانہ کیا تاکہ شہر کی کنجیاں ان قائدین کے سپرد کر دے۔ لیکن پادری نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ: ہم نے اپنی مذہبی کتاب میں جو اوصاف اس شہر کی کنجیوں کے حامل شخص کے بارے میں پڑھے وہ تمہارے اندر نہیں ہیں۔ یہ جواب سن کر قائدین نے امیر المؤمنین کو پیغام بھیجا کہ آپ خود تشریف لائیں، کیونکہ حکمران نے شہر کی کنجیاں ہمارے حوالے کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

حالات سے آگاہی کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ اپنے غلام کے ہمراہ سفر پر روانہ ہو گئے۔ راستے میں باری باری کبھی خود سوار ہوتے اور کبھی غلام کو سواری کے جانور پر بٹھاتے اور کبھی پیدل چلتے تاکہ سواری کا

جانور بھی کچھ آرام پالے۔ دوران سفر شام کی سرحد کے قریب پہنچے تو راستے میں دور تک کیچڑ تھا۔ اس میں پیدل عبور کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ ادھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح کیچڑ نما سمندری راہ پر امیر المؤمنینؓ کے استقبال کیلئے تشریف لائے تھے۔ جب امیر المؤمنینؓ کیچڑ کے پاس پہنچے تو سواری سے اترے اور خود اونٹنی کی لگام تھامے ہوئے کیچڑ میں داخل ہوگئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ منظر دیکھ کر عرض کیا: امیر المؤمنینؓ! کیا آپ یہ کام کررہے ہیں؟ جوتے کندھے پر، زمام سواری ہاتھ میں اور اونٹنی کے ساتھ کیچڑ نما زمین میں؟ مجھے اچھا نہیں لگ رہا کیونکہ ملک شام کے باشندوں سے آپ کا سامنا ہونے والا ہے۔

قارئین کرام! ذرا غور کیجئے کہ حضرت عمرؓ نے ایسے موقع پر اپنے کمانڈر اور قائد کو کیا جواب دیا۔ فرمایا: ''آہ! اے ابوعبیدہؓ! اگر آپ کے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی تو میں اسے امت محمدیہ ﷺ کیلئے نشان عبرت بنا دیتا۔ ہم ذلیل وخوار تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ ہمیں عزت دی۔ اب اگر ہم اسلام کو چھوڑ کر کسی اور ذریعہ سے عزت وشان کے متلاشی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں پھر ذلیل وخوار کردے گا۔

قارئین کرام! ذرا ہم اس فرمان کو پڑھ کر اپنا موازنہ کریں کہ کہیں ہم نے اسلام کی رسی کو تو نہیں چھوڑ دیا جس کی وجہ سے آج پوری دنیا میں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں جبکہ ہمارے اسلاف نے اسلام کو ہی اپنی عزت اور ذلت کا معیار سمجھا جس وجہ سے دنیا ان کی قدم بوسی پر مجبور ہوگئی۔

قارئین کرام! ذرا تصور کیجئے! امیر المؤمنینؓ جب مقدس سرزمین فلسطین کے حاکم کے دربار میں جلوہ افروز ہوئے تو اس وقت سواری کی باری ان کے غلام کی تھی۔ آپ پیدل تھے اور زمام سواری امیر المؤمنینؓ کے ہاتھ میں تھی۔ حکمران نے حضرت عمرؓ کے کپڑے کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور نہایت اطمینان سے شہر کی کنجیاں ان کے حوالے کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہوکر کہنے لگا: ''ہاں تم ہی وہ شخص ہو جس کے اوصاف ہماری کتاب میں موجود ہیں کہ وہ شخص جو مقدس سرزمین فلسطین کی کنجیوں کا مالک ہوگا اور اس ملک میں پیدل داخل ہوگا جبکہ اس کا غلام سوار ہوگا اور اس کے کپڑے میں سترہ پیوند ہوں گے۔''

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ جب حضرت عمرؓ نے ہاتھ میں کنجیاں لیں تو سجدے میں گر گئے اور زاروقطار رونے لگے۔ جب آپؓ سے رونے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: مجھے خوف ہے کہ دنیا تمہارے لئے سرنگوں ہوجائے گی تو تم ایک دوسرے کو اجنبی سمجھنے لگو گے، تمہارے اندر سے اسلامی اخوت اور محبت ختم ہوجائے گی، اس وقت آسمان والے بھی تمہیں نظر انداز کردیں گے۔ شاید وہ قول آج صحیح ثابت ہو رہا ہے اسی لئے باہمی الفت و مودت ختم ہوتی جارہی ہے اور ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بن گئی ہے۔